《پہلی قسط》

جهيز يا نقد رقم كا مطالبه

از

مولانا مفتی محمد برہان الدین سنبھلی
رئیس المفتی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو (انڈیا)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الامين ، محمد واله وصحبه اجمعين .

یہ حقیقت تسلیم کرنے میں شاید ہی کسی صاحبِ نظر کو تامل ہو کہ مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات اور شرعی اَحکام سے انحراف یا ان کے بارے میں تساہل و بے اعتنائی کا رویہ اختیار کر کے آخرت کے خسارہ کا خطرہ مول لینے کے ساتھ دنیاوی نقصانات بھی کچھ کم نہیں اُٹھائے ہیں، کیونکہ مسلمانوں کی تاریخ کا ہر ورق اس کا شاہد ہے کہ انہیں جب بھی نقصان پہنچا، خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، (جو عموماً قانونِ شریعت کی خلاف ورزی کی نوعیت کے بقدر ہی بڑھتا گھٹتا رہا ہے) اسی وجہ سے پہنچا، اس مسلسل تجربہ، جس کا مشاہدہ صدیوں بلکہ زائد از یک ہزار سال سے برابر ہو رہا ہے، کی بناء پر یہ توقع بے جا نہ تھی کہ آخرت کے خوف سے نہ سہی، دنیاوی نقصانات سے بچنے کی خاطر ہی اب کم سے کم ان احکامِ شریعت کی خلاف ورزی سے باز آجائیں گے جن کے روبہ عمل دلانے کے ہی نتیجہ میں پیہم ناکامیوں اور شدید سے شدید تر خساروں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، لیکن عوام کی یہ استقامت اور ''ہمت'' بھی قابلِ داد ہے کہ ان کی عمومی رَوش میں کوئی خاص تبدیلی تو کیا آتی، اس کے آثار تک نظر نہیں آ رہے ہیں، (اِلّا ماشاءاللہ) بلکہ شاید بعض اہلِ نظر کا یہ احساس بے جا نہ ہو کہ بے راہ روی کی یہ ''خو'' کچھ بڑھ ہی رہی ہے، یعنی اس کے لئے نئے نئے میدان تلاش کر لئے گئے ہیں یا بالفاظِ صحیح موجود دور میں خود ہاتھ آ گئے ہیں اِس صورتِ حال پر دلی دکھ اور صدمہ کا اظہار ہر زمانہ کے مصلحین اور اہلِ درد نے کیا ہے، (کہ بحمد اللہ جن سے کوئی دور خالی نہیں رہا)۔ ہمارے اس زمانہ کے بھی بہت سے اصحابِ دل اور باخدا حضرات اپنی اپنی قلبی اذیت کا بار بار، زبان، قلم اور دیگر ذرائع سے برملا اظہار کر چکے ہیں اور کرتے رہتے ہیں۔

راقمِ سطور اس بلند پایہ گروہ میں شمار کے لائق تو کسی درجہ میں نہیں، البتہ ان ''اصحابِ دل'' کی قلبی تکلیف کا کبھی ہلکا سا اندازہ کر کے متاثر ہو جاتا پھر اپنا ٹوٹا پوٹا قلم ہاتھ میں لے کر بیٹھ جاتا، گویا انگلی کو لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونے کی کوشش کرتا ہے، تاکہ ان پاک بازوں کی جوتیوں میں ہی جگہ ملنے کا کسی درجہ میں استحقاق ہو جائے۔

؎ چه عجب گر بنوازند گدار

اگرچہ اس وقت کم سے کم ہندوستان کے مسلمانوں کی صورتِ حال ''تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم'' (پورا جسم زخموں سے بھرا ہوا ہے تو کہاں کہاں مرہم رکھا جائے؟) کا مصداق بنی ہوئی ہے، اس لئے سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ پہلے کون سا ''داغ'' لیا جائے کہ اس پر ''پنبہ'' رکھنے کا کام شروع کیا جائے، لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ مسلمانوں میں بگاڑ ہمہ جہتی ہونے کے باوجود ''معاشرتی'' اور ''معاملاتی'' میدانوں میں جس درجہ پھیلا ہے، اس درجہ میں شاید دوسرے بعض گوشوں مثلاً عبادات میں نہیں ہے، بتانے کی ضرورت نہیں کہ معاشرتی اور معاملاتی قوانین کی

خلاف ورزی کس درجہ فساد اور بگاڑ کا سبب بنتی ہے، اس میں ذرا مبالغہ نہیں کہ موجود ہمہ گیر فساد اور خرابی کا واحد سبب اگر اسے یعنی شرعی احکام معاشرت ومعاملات کی خلاف ورزی کو قرار دیا جائے تو بے جانہ ہوگا، ان معاشرتی خرابیوں میں غالباً آج کل سب سے بڑھ کر اور دور رس مہلک نتائج کی حامل شادی بیاہ کے موقع پر ہونے والی رسمیں اور فضول خرچیاں ہیں جس پر عرصہ سے مصلحین اُمت ''اُمت'' کو متوجہ کرتے چلے آرہے ہیں، اور ان کی بیخ کنی کے لئے ممکن تدابیر اختیار کی گئی ہیں، اس موقع پر ہونے والی ایک قدیم رسم جس کا خیر القرون سے پتہ چلتا ہے، اور اُسی وقت سے ازالہ کی تدابیر کا بھی ''مہر'' غیر معمولی (بلکہ فرضی) مقدار کا باندھنا ہے، جس کے خلاف خود نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: ''ان اعظم النکاح برکة ایسره مونة'' (بیہقی بحواله مشکوٰة ج : ۲ ص ۲۶۸ (مطبوعه اصح المطابع ، دھلی ۱۹۳۲ء) (سب سے زیادہ برکت نکاح وہ ہوتا ہے جس میں مالی بار کم سے کم پڑے) اور پھر غالباً اسی سے روشنی پاکر خلیفہ ثانی وعادل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ چاہا تھا کہ مہر کی زیادہ مقدار پر ایک حد قائم کر کے قانونی پابندی لگادی جائے، (اس کی تفصیل، پھر پابندی نہ لگانے کی وجہ کے لئے دیکھئے: مرقاة شرح مشکوٰة ، طبع قدیم ج : ۳ ص : ۴۴۷ لملا علی قاری)۔

اس کے علاوہ ایک رسم وسیع پیمانہ پر، یعنی مالی حیثیت اور وسعت سے کہیں زیادہ ضیافت ہے کہ جس کے لئے بسا اوقات سودی قرضہ لینے کی نوبت آجاتی ہے، جس کا حاصل بجز وقتی واہ واہ اور نام ونمود کے کچھ نہیں ہوتا، اور بعض اوقات یہ حقیر غرض بھی حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے بجائے اُلٹی شکایات ہی حصہ میں آتی ہیں۔

پھر ایک یہ غلط رواج پڑا کہ لڑکی کا والد اپنے ہونے والے داماد سے لڑکی کے نکاح یا رُخصتی پر پہلے خطیر رقم حاصل کر لیتا تب ہی رُخصتی یا نکاح کرتا (یہ رقم مہر کے علاوہ ہوتی)، اس کے بغیر مرد کو بیوی کا ملنا گویا ممکن نہ ہوتا، دنیا کے بعض حصوں مثلاً افغانستان اور کچھ عرب ملکوں میں بتایا جاتا ہے کہ اب تک یہی رواج ہے۔

جب یہ رواج پھیلا تو علماء ومصلحین نے بلاکسی رورعایت کے صاف کہا کہ ایسی رقم کا لینا شرعاً حرام ہے کیونکہ وہ رشوت ہے اور اس کا لوٹانا ضروری ہے، مثلاً مشہور حنفی فقیہ علامہ زین الدین بن نجیم مصریؒ نے فرمایا: أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج أن يسترده لأنه رشوة .(البحر الرائق ج :۳ ص : ۲۰۰ (الطبعة الاولىٰ بالمطبعة العلمية).

ترجمہ:۔ رُخصتی کے وقت عورت کے گھر والوں نے کچھ لیا تھا تو اسے شوہر کو واپس لینے کا شرعاً حق ہے کیونکہ (جو کچھ دیا گیا) وہ رشوت ہے۔ اور علامہ ابن عابدین شامیؒ نے تو اس سے بڑھ کر ایسی رقم کو ''سحت'' قرار دیا:۔

من السحت ما يأخذه الصهر من الختن بسبب بنته بطيب نفسه حتىٰ لو كان بطلبه يرجع الختن . (ردالمحتار معروف به شامي ج:۵ ص: ۲۷۲ (مکتبہ نعمانیہ دیوبند)۔ ترجمہ:۔ سحت (حرام اور ناپاک مال) وہ بھی ہے جو خسر اپنے داماد سے اپنی لڑکی (کے نکاح یا رُخصتی) پر لیتا ہے، چاہے دینے والے نے (بظاہر) خوش دلی سے دیا ہو، چنانچہ اگر چاہے تو داماد اس کو واپس لے سکتا ہے، اگر طلب پر دیا تھا۔

اور علامہ موصوف نے ''سحت'' کی تشریح بھی فرمادی ہے کہ:۔ الحرام وما خبث من المكاسب فلزم عنه العار ۔ترجمہ:۔ حرام اور خبث

طریقہ سے حاصل شدہ چیز کہ جس سے (ہر شریف آدمی کو) عار محسوس ہو۔

ان کے علاوہ بھی دیگر فقہاء اس امر پر متفق نظر آتے ہیں، چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں (عالمگیری ج: ۱ ص ۳۲۷ (مطبوعه بالمطبعة الامیریه ببولاق مصر ۱۲۱۰ ھ).

فقیہ ابن نجیم کا مذکورہ بالا قول اس انداز سے نقل کیا گیا ہے، جس سے اس کا مسلّم ومفتیٰ بہ ہونا (قانونِ شریعت ہونا) معلوم ہوتا ہے، فتاویٰ عالمگیری ہی میں اور بھی ایسے جزئیات ملتے ہیں جن سے اس امر کا مسلّم ہونا ثابت ہوتا ہے، مثلاً یہ جزئیہ ملتا ہے:۔ خطب امرأة فی بیت أخیها فأبی ان یدفعها حتیٰ یدفع الیه دراهم، فدفع وتزوجها یرجع بما دفع لأنه رشوة . (یہ دونوں حوالے مجموعۂ فتاویٰ مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے ایک فتویٰ سے مأخوذ ہیں، جس کا تفصیلی تذکرہ ابھی آگے آرہا ہے۔ ''رشوۃ'' کے معنی ''مجمع البحار'' ج:۲ص:۳۲۹ میں یہ لکھے ہیں:'' الرشوة بالکسر والضم وصلة الی الحاجة بالمصانعة ''.

ترجمہ:۔ کسی شخص نے ایسی عورت کو نکاح کا پیغام دیا جو اپنے بھائی کے گھر میں رہتی تھی، بھائی نے کچھ رقم لئے بغیر نکاح کرنے سے انکار کر دیا، تو اس شخص نے مطلوبہ رقم دے دی اور اس عورت سے نکاح کر لیا تو اب اسے حق ہے کہ دی ہوئی رقم واپس لے لے، کیونکہ یہ رشوت ہے۔ مذکورہ بالا کتب کے علاوہ دیگر معتبر ترین کتب فقہ میں اور مستند فقہاء کے یہاں بہت سے ایسے جزئیات وفتاویٰ ملتے ہیں جن سے مذکورہ بالا حکم کی تائید وتوثیق ہوتی ہے، مثلاً فقہ حنفی کی معتبر ترین کتاب ''فتاویٰ قاضی خان'' میں ہے:۔

رجل خطب امرأة وهی تسکن فی بیت أختها، وزوج أختها لا یرضیٰ بنکاح هذا الرجل الا أن یدفع الیه دراهم فدفع الخاطب الیه دراهم کان له أن یسترد ما دفع الیه لأنه رشوة. (یہ دونوں حوالے مجموعۂ فتاویٰ مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے ایک فتویٰ سے مأخوذ ہیں، جس کا تفصیلی تذکرہ ابھی آگے آرہا ہے۔ ''رشوۃ'' کے معنی ''مجمع البحار'' ج:۲ص:۳۲۹ میں یہ لکھے ہیں:'' الرشوة بالکسر والضم وصلة الی الحاجة بالمصانعة ''.

اس عبارات میں (جزئیہ) کا مطلب بھی تقریباً وہی ہے جو اُوپر والی عبارت کا، یعنی اس میں بھی وہی مسئلہ بیان کیا گیا ہے، بس اتنا فرق ہے کہ یہاں وہ عورت اپنے بہنوئی کے پاس مقیم ہے اور بہنوئی نے رقم طلب کی (اُوپر کی عبارت میں بھائی کے پاس ہونا اور اسی کا رقم طلب کرنا مفروض ہے) بقیہ دیگر تفصیلات بالکل وہی ہیں۔

ایک اور مشہور ومعتبر کتاب ''الوسیلة الاحمدیة شرح الطریقة المحمدیة '' میں تو یہ مسئلہ بہت وضاحت کے ساتھ مذکور ہے، اس میں ہے:۔

لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم الراشی والمرتشی، ومن الرشوة ما أخذه ولی المرأة قبل النکاح اذا کان بالسؤال او کان اعطاء الزوج بناء علی عدم رضائه علیٰ تقدیر عدمه . (ایضاً مجموعۂ فتاویٰ مولانا عبدالحی ج: ۲ ص: ۷۴)

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور رشوت دینے والے پر لعنت بھیجی ہے اور یہ بھی رشوت ہی ہے کہ عورت کا سرپرست اس

کے نکاح سے قبل (عورت کے ہونے والے شوہر سے) کچھ لے، خواہ مانگ کرلے یا وہ شوہر اس بناء پر دے کہ اگر نہ دے گا تو عورت کا سرپرست اس سے نکاح کرنے پر راضی نہ ہوگا۔ بنابریں ہندوستان کے تمام ممتاز علماء وارباب فتویٰ نے بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیئے ہیں، مثلاً گزشتہ صدی کے سب سے ممتاز اور وسیع النظر فقیہ وعالم مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ کے مجموعہ فتاویٰ میں ایک فتویٰ ملتا ہے جو مع استفتاء کے یہاں نقل کیا جارہا ہے:۔

استفتاء ۱/۹۹ /۷ :. ماقولکم رحمکم اللہ اندر اینکہ اولیائے منکوحہ حین النکاح چیزے از ماکولات ومشروبات ونقدیات کہ ما سوائے زیور ومہر مصرح ومہر مسکوت عنہ است برائے اطعام و اعطائے اہلِ محلہ .....بروجہِ شرط کہ اگر اشیائے مذکورہ بد ہند اولیائے منکوحہ درازواج وانکاح آں راضی شوند ورنہ نہ، از ناکح وخاطب میگیر ندپس این قسم گرفتن شرعاً درست است یا.

ترجمہ:۔ اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ منکوحہ کے سرپرست نکاح کے وقت کھانے پینے وغیرہ کا سامان اور نقد روپیہ، علاوہ زیور اور مہر مصرح وغیر مصرح کے اس شرط پر لیتے ہیں کہ اگر یہ دیا جائے گا تو نکاح پر سرپرست راضی ہوں گے ورنہ نہیں، تو اس قسم کی چیزوں کا لینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟۔

اس سوال کا نہایت محققانہ وتفصیلی جواب دیا گیا ہے، جواب کا حاصل یہ ہے کہ ان چیزوں کا لینا شرعاً جائز نہیں ہے، اس جواب میں وہ فقہی عبارتیں بطورِ سند ذکر کی گئی ہیں جو اُوپر مع ترجمہ کے گزر چکی ہیں، اصل جواب یہ ہے:۔

الجواب مستعیناً باللہ العظیم ومستنصراً بالرحمن الرحیم گرفتن ایں قسم چیز ھا شرعاً جائز نیست ودرست نیست : قال فی الوسیلۃ الا حمدیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ: ولعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی . ومن الرشوۃ ماأخذہ' ولی المرأۃ قبل النکاح اذاکان بالسؤال او کان اعطاء الزوج بناء علیٰ عدم رضائہ علیٰ تقدیر علمہ .....وقال فی ردالمحتار من السخط (من السحت ؟) ......الخ.وقال فی المعدن لا یجوز لأب البنت ان یأخذ من الخاطب شیئا لا نہ رشوۃ. وقال فی العا لمگیریۃ خطب امرأۃ فی بیت أخیھا فأبی ان یدفعھا حتیٰ یدفع الیہ دراھم فدفع وتزوجھا یرجع بما دفع لأنہ رشوۃ. کذافی القنیۃ. وقال فی قاضی خان رجل خطب امرأۃ وھی تسکن فی بیت أختھا وزوج أختھا لا یرضی بنکاح ھذا الرجل الا ان یدفع الیہ دراھم فدفع الخاطب الیہ دراھم کان لہ ان یسترد ما دفع الیہ لأ نہ رشوۃ .....الخ.

یہ فتویٰ اگرچہ ''چاٹگام'' کے مولانا اشرف علی نامی ایک عالم کا لکھا ہوا ہے، لیکن اس پر حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ نے حسبِ ذیل تائیدی عبارت لکھ کر دستخط کئے ہیں:۔

صح الجواب واللّٰہ اعلم بالصواب ، ویوافقه ما فی البحر الرائق لو أخذ أهل البیت شیئاً عند التسلیم فللزوج ان یسترده لأنه رشوة . انتهیٰ. (مجموعه فتاویٰ مولانا عبدالحی لکھنوئیؒ ج : ۲ ص ۷۴ (مطبوعه مطبع یوسفی واقع لکھنؤ باهتمام محمد یوسف فرنگی محلی بماه ذی قعده : ۱۳۳۰ھ).

ترجمہ:۔ جواب صحیح ہے، اور اللہ بہتر جانتا ہے۔ اور اس جواب کی تائید ''البحر الرائق'' کی اس عبارت سے ہوتی ہے۔ (اس کے بعد وہ عبارت نقل کی ہے جو اُوپر مع ترجمہ کے مذکور ہو چکی ہے)۔

اس محققانہ اور فاضلانہ فتوے کے بعد اگرچہ مزید کسی مفتی یا عالم کے فتوے کی نقل پیش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں رہ جاتی، لیکن برصغیر کے سب سے بڑے فقہ و فتاویٰ کے مرکز دار العلوم دیوبند کے فتوے کے بغیر شاید تشنگی محسوس کی جائے، اس لئے پہلے وہاں کے ایک اقدم و اعلیٰ مفتی حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کے مطبوعہ مجموعۂ فتاویٰ سے چند فتووں کے مختصر حوالے پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے، حضرت مفتی صاحبؒ سے سوال کیا گیا:۔

سوال:۔ ۱۲۴۰/۱۷۳۷ اولیاءِ مخطوبہ کو خاطب سے مہر کے سوا اور کچھ لینا اور مہر لے کر اس میں تصرف مالکانہ کرنا اور دعوت وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ نے حسبِ ذیل دیا ہے:

الجواب:۔ اولیاءِ مخطوبہ کو زرِ مہر سے کچھ لے کر اس میں تصرف بیجا کرنا درست نہیں، اور غیر مہر سے کچھ لینا، زوج وغیرہ سے اس کو فقہاء نے رشوت سے تعبیر کیا ہے۔ (مجموعۂ فتاویٰ دار العلوم ج:۳،۴ ص:۲۰۵، شائع کردہ کتب خانہ دار العلوم دیوبند۔ حضرت مفتی کفایت اللہؒ کے بھی کئی فتوے ''کفایۃ المفتی'' (مثلاً ج:۵ ص ۱۳۷، ۱۳۹) میں ایسے ہی ملتے ہیں۔

اس کے علاوہ حضرت مفتی صاحبؒ کے فتاویٰ کا جو مستقل مجموعہ مولانا ظفیر الدین صاحب کی ترتیب و تحشیہ کے ساتھ خود دار العلوم دیوبند کے اہتمام کی طرف سے طبع ہو رہا ہے، اس میں بھی اسی قسم کے متعدد فتاویٰ موجود ہیں، (مثال کے لئے دیکھئے فتاویٰ دار العلوم مدلل و مکمل جلد ہفتم ص: ۲۴۷، ۵۰۳، ۵۰۵) حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے مطبوعہ مجموعۂ فتاویٰ میں بھی ایک فتویٰ سے یہی ترشح ہوتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج : ۲، ص ۳۵۷، ۳۵۸ ادارہ اشرف العلوم کراچی ۱۳۷۰ھ).

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سابق مفتی اعظم پاکستان، صدر مفتی دار العلوم دیوبند کے مطبوعہ مجموعۂ فتاویٰ (امداد المفتین) میں بھی مفتی صاحب موصوف کے متعدد فتوے اسی مضمون کے موجود ہیں، مثلاً ایک فتویٰ یہ ہے:۔

عورت کے خویش و اقرباء جو کچھ رقم اپنے لئے لے کر نکاح کرتے ہیں، یہ رشوت ہے۔